ارشاد الطالبین میں روایاتِ حدیث وسیرت اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی کا منہج واستدلال

Qadi Sana'ullah Panipati's Approach to Hadith and Seerah: An Analytical Study of Irshad al-Talibin

صباء ناز

سکالر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Qazi Muhammad Sanaullah Panipati (1722–1810), a distinguished descendant of Shaykh Jalal al-Din Kabir al-Awliya, traced his lineage through twelve generations to Uthman ibn Affan (may God be pleased with him). A scholar of wide learning, he was a Qur'anic exegete, traditionist, jurist, theologian, and Sufi master.

His renowned work, *Irshād al-Ṭālibīn*, composed in Arabic and Persian, occupies a significant place in Islamic mystical literature for its depth and clarity. The treatise aims to cultivate sincere obedience to and emulation of the Prophet Muhammad ﷺ, presenting the Prophetic life as a model for moral and spiritual refinement rather than merely a historical account.

The book guides outward conduct and inward purification, leading believers toward deeper awareness of God. It also responds to distortions and innovations within certain spiritual circles, correcting misconceptions about sainthood and moderating exaggerations concerning the rank and miracles of God's friends.

Drawing upon the Qur'an and Prophetic traditions, the author outlines the inner spiritual sciences, stages of nearness to God, and the qualities of spiritual aspirants. Organized around moral purification, the work reflects his profound insight and awareness of his religious milieu.

Keywords: Sanaullah Panipati; Irshād al-Ṭālibīn; Islamic spirituality; sainthood; moral purification; Prophetic traditions.

سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے ہوئے اپنی اولاد کے لیے دعا کی تھی کہ ﴿رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ﴾[1] ہمارے پروردگار! ان میں ایک ایسا

[1] سورۃ البقرہ 129:2 / Al-Baqarah 2:129

رسول بھی بھیجنا جو انہی میں سے ہو، جو ان کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، اور ان کو پاکیزہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرما کر ان کی اس دعا کو شرف قبولیت بخشا اور اتمامِ نعمت کے طور پر فرمایا: ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] جیسے ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے، اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں تزکیہ قلب یعنی تصوف پر برصغیر کے نامور عالم دین وصوفی قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی کی نادرالوجود کتاب 'ارشاد الطالبین' کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ایک طرف طالبانِ شوق کو قرآن حکیم وسیرت رسول ﷺ کی روشنی میں کسبِ طریقہ کی صحیح معلومات فراہم کی گئی ہیں تو دوسری طرف جاہل وبدعقیدہ صوفیہ کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو طریقِ سلوک کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کا زمانہ اندازاً 1208ھ اور 1220ھ کے درمیان کا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنے متصوفانہ رجحانات اور افکار و نظریات کو نہایت اعلیٰ درجے کی مہارت اور فراست کے ساتھ اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ کتاب کے ماخذ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ تفاسیر میں ابن جریر طبری اور تفسیر معالم التنزیل للبغوی سے استفادہ کیا گیا ہے۔ استشہاد اور دیگر مقاصد کے لیے اس میں بکثرت احادیث مذکور ہوئی ہیں جن کے مآخذ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابی داوٗد، سنن نسائی، سنن طبرانی، سنن بیہقی، شرح مسلم للنووی اور مشکوٰۃ للخطیب وغیرہ شامل ہیں۔ مقالہ ہذا میں سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے ساتھ قاضی صاحب کے منہج واسلوب اور استنباط واستدلال کو بھی بیان کیا جارہا ہے تاکہ آپ کے تبحر علمی، ملکہ استدلال اور محققانہ طرز استدلال کا پہلو نمایاں ہوسکے۔ ڈاکٹر زبید احمد نے اپنی کتاب میں تصوف کے باب کے تحت 'ارشاد الطالبین' کے متعلق لکھا ہے:

[2] سورۃ البقرہ 2:151 / Al-Baqarah 2:151

The author being a great theologian of his age, this work is also regarded as authentic and reliable from the orthodox stand-point[3].

کتاب کے مندرجات پر بات کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کتاب کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے۔

قاضی صاحب نے اپنا تعارف یوں پیش کیا ہے:

"محمد ثناء اللہ جس کا وطن پانی پت، نسب عثمانی، مذہب حنفی اور مشرب نقشبندی مجددی ہے۔"[4] آپ کی ابتدائی تعلیم پانی پت میں ہوئی اور وہاں سے ہی حفظ کیا۔ اس کے بعد دہلی میں اس دور کے عظیم محدث و مفکر شاہ ولی اللہؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علومِ ظاہریہ سے سندِ فراغت کے بعد تزکیہ باطنی کے لیے شیخ محمد عابد سنامیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کی وفات کے بعد آپ نے اس دور کی عظیم علمی وروحانی شخصیت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے دست حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپؒ نے قاضی صاحب کے متعلق فرمایا: "اگر قیامت کے دن خدا نے مجھ سے پوچھا کہ تم میری درگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ "ثناء اللہ پانی پتی۔" آپ نے قاضی صاحب کو "علم الھدیٰ" کا لقب دے رکھا تھا۔ قاضی صاحب کی ذات کمالاتِ ظاہری وباطنی سے متصف تھی۔ آپ کے علم وکمال، تدبر و تفکر اور فقہ وحدیث پر دسترس کامل کی وجہ سے شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ نے آپ کو "بیہقی وقت" کا خطاب دیا تھا۔ آپ نے بہت سے موضوعات پر کتب تحریر فرمائیں جن میں تفسیر مظہری جو دس جلدوں پر مشتمل ہے، ایک بہت بڑا علمی کارنامہ ہے۔ فقہی مسائل پر ایک کتاب مالابد منہ ہے جو مدارس اسلامیہ میں پڑھائی جاتی رہی ہے۔ حدیث پر آپ نے دو جلدوں میں کتاب مبسوط تحریر فرمائی اور اس کے علاوہ عوام و خواص کے استفادہ کے لیے ان گنت موضوعات پر بے شمار رسائل رقم فرمائے۔ آپ کی کتاب "ارشاد الطالبین" تصوف و سلوک کے مبتدیوں کے لیے بہترین تحفہ ہے۔ یہ کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ مقالہ ہذا میں ہم کتاب کے ان موضوعات کو بیان کریں گے جو قرآن، حدیث وسیرت نبوی ﷺ سے مستنبط ہیں۔

---

[3] ایم۔جی۔زبید احمد، دی کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر (جلندھر سٹی: مکتبۂ دین ودانش، 1946ء)، ص 73

Amed, M.G. Zubaid, The contribution of India to Arabic literature (Jullundur City: Maktaba-i-Din-o-Danish, 1946) p 73

[4] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین (دہلی: مطبع مجتبائی، فروری 1899ء)، ص 2

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi, Irshād al-Tālibīn (Delhi: Matba' Mujtabā'ī, Feb 1899) p2

باب اول: ولایت (تصوف) کا اثبات

قاضی صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس طرح انسان کے اندر کچھ کمالات ظاہری نوعیت کے ہیں جیسے عقائد کا صحیح ہونا، اعمال صالحہ مثلاً فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کی ادائیگی، اور حرام، مکروہ اور مشتبہ باتوں اور بدعتوں سے اجتناب، اسی طرح انسان میں کچھ باطنی کمالات بھی ہیں۔ باطنی کمالات کی تصریح کے لیے انہوں نے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث پیش کی ہے جس کے راوی حضرت عمر بن خطاب ہیں کہ ایک اجنبی شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کیے۔« --ذَاتَ یوم إِذْ طَلَعَ علَيْنَا رجلٌ ---- قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ الْإِحْسانِ قَالَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَراه فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَراه فَإِنَّه يراكَ -- فَإِنَّهُ جبْرِيلُ أَتَاكُمْ يعلّمكُمْ دينكُمْ»[5] قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عقائد اور اعمال کے علاوہ ایک اور کمال بھی ہے جس کا نام 'احسان' ہے۔ اسی کا دوسرا نام ولایت یعنی تصوف ہے۔ صوفی پر جب اللہ کی محبت غالب آ جاتی ہے جس کو اصطلاح میں 'فنائے قلب' کہتے ہیں تو اس کا دل محبوبِ حقیقی کے مشاہدہ میں ڈوب جاتا اور ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کی طرف التفات نہیں کرتا۔ اس حالت میں پہنچ کر وہ اللہ کو تو نہیں دیکھتا کیونکہ دنیا میں دیدارِ الٰہی محال ہے مگر صوفی کو اس وقت ایک ایسی حالت ضرور حاصل ہو جاتی ہے کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے۔ حالانکہ اس حالت کے طاری ہونے سے قبل صوفی خود کو بہ تکلف اس حالت پر بھی رکھ سکتا تھا جس کے متعلق رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔[6]

---

5 محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، حدیث نمبر 50، 4777۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت: دار احیاء التراث العربی، بدون تاریخ)، حدیث نمبر 93

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī ,Kitab al Imaan (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāḥ, 1422 AH.) Hadith no. 50, 4777, Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, n.d.) Hadith no. 93

6 قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 3–4۔

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, pg 3-4

ولایت کے ثبوت میں دوسری دلیل انہوں نے یہ دی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:«أَلَا وإنَّ في الْجَسد مُضْغَةً إذَا صَلَحتْ صَلَحَ الْجَسدُ كُلُّهُ وإذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسدُ كُلُّه أَلَا وهي الْقَلْبُ»[7] انسان کے جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہو جائے گا اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے گا اور وہ "دل" ہے۔ اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ بلاشبہ دل کی وہ پاکی جو بدن کی صالحیت کا سبب بن سکے، اسی کو صوفیاء 'فنائے قلب' کہتے ہیں۔ جب دل محبتِ الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے اور نفس اس دل کا ہمسایہ ہونے کی وجہ سے اس سے متاثر ہو کر اپنی آمادگی سے باز آجاتا ہے اور اللہ کی خاطر محبت کرنا اور اللہ کی خاطر بغض رکھنا سیکھ لیتا ہے تو لامحالہ تمام بدن شریعت الٰہیہ کا مطیع بن جاتا ہے۔

ولایت کے ثبوت کی تیسری دلیل بیان کرتے ہوئے قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام غیر صحابہ سے افضل ہیں۔ حالانکہ علم اور عمل میں غیر صحابہ، صحابہ کرام کے ساتھ شریک ہیں، لیکن اس کے باوجود رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ «فإنَّ أَحَدَكُمْ لَوْ أَنْفَقَ مثْلَ أُحُد ذَهبًا ما أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدهمْ ولَا نَصيفَه»[8] اگر تم میں سے کوئی اللہ کی راہ میں کوہ احد کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو وہ اس نصف صاع جو کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جو صحابہ نے راہِ خدا میں خرچ کیے۔

قاضی صاحب اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ سوائے اس باطنی (قلبی) کمال کے اور کچھ نہیں کہ پیغمبر خدا ﷺ کے شرفِ صحبت کی وجہ سے ان کا باطن، قلبِ پیغمبر خدا ﷺ سے نورانی ہو چکا تھا۔ امت محمدیہ کے اولیاء کو یہ دولت اگر ملی ہے تو وہ اپنے مرشدوں و مشائخ کی صحبت سے ملی ہے اور ان ہی کے واسطہ سے وہ قلب نبوی ﷺ کے انوار سے منور ہوئے ہیں اور اس بالواسطہ صحبت اور اس بلاواسطہ صحبت میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ظاہری

---

[7] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر 52؛ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 4094
Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī , Kitab al Imaan, Hadith no. 52., Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Hadith no. 4094

[8] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر 3673؛ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 6488
Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī , Hadith no. 3673., Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim,Hadith no. 6488

کمالات کے علاوہ ایک کمال، کمالِ باطنی ہے۔ اور اس کے بے انتہا درجات ہیں۔ اس استدلال کی تائید میں انہوں نے حدیث قدسی بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛ «وَإِنْ تقرَّبَ إِلَيَّ بشبرٍ تَقَرَّبْتُ إِلَيْه ذراعًا، وإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذراعا تَقَرَّبْتُ إِلَيْه باعًا» [9] جو مجھ سے ایک بالشت قریب ہونا چاہتا ہے۔ میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہونا چاہتا ہے میں اس سے ایک باع (دونوں ہاتھ کھولنے کے برابر فاصلہ) قریب ہوتا ہوں۔ اور فرمایا کہ «وما يزالُ عَبْدي يتَقَرَّبُ إِلَيَّ بالنَّوافلِ حتَّى أُحبَّه، فإذا أَحببته كنتُ سمعه الَّذي يسمعُ به، وبصره الَّذي يبصرُ به، ويده الَّتي يبطشُ بها، ورجله الَّتي يمشي بها، وإِنْ سأَلَني لَأُعطيَنَّه» [10] بندہ ہمیشہ میرا قرب نفلی عبادتوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو اس کی آنکھ، کان اور اس کی قوت بن جاتا ہوں۔ [11]

ولایت کیا ہے؟

قاضی صاحب نے قرب کی دو اقسام بیان کی ہیں۔ پہلا قرب عام یعنی اللہ اپنے تمام بندوں سے قریب ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ [12] ہم بندے سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ اور یہ کہ ﴿ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ﴾ [13] تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ دوسرا قرب خاص ہے، جو انسانوں کے خواص اور تمام فرشتوں کے لیے ہے، جس کی پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ ﴿ وَاسْجُدْ

---

[9] محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح البخاری، حدیث نمبر 7405؛ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 6805

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith no. 7405., Ṣaḥīḥ Muslim,Hadith no. 6805

[10] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 6502

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith no. 6502.

[11] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 4۔

Qāzi Sanā’ullāh Pānīpatī,. Irshād al-Tālibīn, p 4

[12] ق 50:16/ Qaaf 50:16

[13] الحدید 57:4- / Al-Hadīd 57:4

وَاقْتَرِبْ﴾[14] سجدہ کر اور خدا کا قرب مانگ۔ اور دوسری دلیل یہ حدیث قدسی ہے: «وَمَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ» بندہ ہمیشہ میرا قرب نفلی عبادتوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ اسی دوسرے قرب کو ولایت سے تعبیر کیا گیا ہے۔[15]

فنا کے بعد رجعت نہیں

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک فنا حاصل ہو جانے کے بعد پھر رجوع یعنی نفسانی حالت کی طرف لوٹنا ناممکن ہے۔ اگر کوئی اچھی حالت سے بری حالت کی طرف واپس ہوا ہے تو وہ درجہ فنا حاصل ہونے سے قبل واپس ہوا ہے۔ اس مسئلہ پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے: ﴿**وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**﴾[16] اللہ تعالیٰ تمہارا ایمان ضائع نہیں فرماتا ہے وہ ذات پاک بندوں پر بڑی مہربان ہے۔ اور رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ علم کو اپنے بندوں سے چھین نہیں لیں گے بلکہ علم کو اٹھا لینے کی صورت یہ فرمائیں گے کہ علماء کو اس دنیا سے اٹھا لیں گے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ایمان حقیقی اور علم باطنی کو بھی کسی بندے سے چھینیں گے نہیں۔[17]

خوارق عادات یعنی کرامات کی حقیقت

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ کرامات کی کئی اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک "کشف" ہے۔ کشف دو طرح کا ہے۔ ایک "کشف کونی" جس میں موجودات کے وہ احوال جو نظروں سے پوشیدہ ہیں، خواہ ان کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، صاحب کشف پر ظاہر ہو جائیں۔ دوسرا "کشف الٰہی" ہے۔ اس سے طریقت کے راستے میں اپنے اور دوسرے سالکوں کے احوال کو

---

[14] العلق 96:19 / Al-‘Alaq 96:19

[15] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 5۔

Qāzi Sanā’ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, pg 5

[16] البقرہ 2:143 / Al-Baqarah 2:143

[17] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 7

Sanā’ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, pg 7

معلوم کرنا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر ایک کے مرتبہ قرب کو جاننا مراد ہے۔ دوسری تمام قسمیں الہام ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کوئی علم صوفی کے قلب میں ڈال دیتے ہیں اور غیب کا کلام بھی اسی قبیل سے ہے۔[18] الہام اور وسوسہ میں فرق یہ ہے کہ الہام سے صوفی کا قلب اطمینان پاتا ہے اور وسوسہ کو تو قلب سلیم خود رد کر دیتا ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ «استفت نفسك وإن أفتاك المفتون»[19] یعنی اگر علمائے ظاہر کسی چیز کے حلال ہونے کا فتویٰ بھی دے دیں تب بھی صوفی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتویٰ پوچھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ»[20] مومن کامل کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے جو اس کے دل میں ہے۔[21]

کشف والہام کا درجہ علم ظنی کا ہے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اولیاء کا کشف اور ان کا الہام علم ظنی کے درجے کی چیز ہے اور اگر دو اشخاص کے کشف متفق ہو جائیں تو اس کشف کا درجہ ظن غالب کا ہوگا۔ اس کی دلیل عبد اللہ بن زید کی یہ روایت ہے: « لَمَّا أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ بالنَّاقُوسِ يعمَلُ لِيضْرَبَ به للنَّاسِ لجمعِ الصَّلَاة طَافَ بِي وأَنَا نائم رجلٌ يحْمِلُ نَاقُوسًا في ---- قَالَ فسمع ذَلک عمر بن الْخَطَّاب وهو فِي بيته فخرج يجرُّ رِدَائه ويقُولُ والَّذي بعثک بالْحَقّ يا رسول اللَّه لَقَدْ رَأَيتُ مثْلَ ما رأَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّه فَلِلَّه الْحَمْدُ» رسول اللہ نے نماز کے لیے لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے ناقوس طلب فرمایا۔ روای کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اے خدا کے بندے ناقوس بیچے گا؟ اس نے کہا تم کیا کروگے؟ میں نے کہا کہ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کی

[18] ایضاً، ص9۔/ Ibid, p 9

[19] متقی ہندی، کنز العمال، حدیث نمبر 29339 (رواہ البخاری فی تاریخہ عن وابصۃ)۔ Kanzul Amāl, Hadith no. 29339

[20] الترمذی محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، بے تاریخ)، حدیث نمبر 3127۔
Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. Sunan al-Tirmidhī, Beirut: Mu'assasat al-Risāla, n.d., Hadith no. 3127

[21] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 10-9

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, p 9-10

خاطر چاہیے۔ اس نے کہا میں اس سے بہتر چیز تمہیں سکھاتا ہوں کہو اللہ اکبر اور اس نے اذان سکھائی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ یہ خواب بالکل سچا ہے، اٹھو اور اذان کے یہ کلمات بلال کو سکھادو۔ پس میں نے بلال کو سکھادیے پھر عمر آئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس تعریف سب اللہ کے لیے ہے۔ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ کشف و الہام پر عمل کرنا جائز ہے بشر طیکہ وہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاسِ صحیح کے خلاف نہ ہو۔

اس کی دوسری دلیل یہ حدیث ہے جسے بیہقی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے: رسول اللہ ﷺ کی وفات پر جب صحابہ آپ کو غسل دینے والے تھے تو آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ آیا حضور ﷺ کو اسی لباس میں غسل دیا جائے یا کیا صورت اختیار کی جائے۔ اس بارے میں ان میں اختلاف رائے ہوگیا کہ یکایک اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کردی، سب غنودگی میں چلے گئے اور سب نے اس نیند کی حالت میں آواز سنی کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے پیراہن ہی میں غسل دیا جائے، پس سب اٹھ گئے اور آپ کو آپ کے پیراہن میں غسل دیا اور قمیص کے اوپر ہی سے جسم اطہر کو ملا۔[22]

ولی کی پہچان

قاضی صاحب لکھتے ہیں ولی کی نشانی یہ ہے کہ شریعت کے ظاہر پر اس کو پوری پوری استقامت حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿إِنْ أَوْلِيَآؤُهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُتَّقُونَ﴾[23] صرف متقین ہی اللہ کے اولیاء ہیں۔ امام نوویؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ سے دریافت کیا گیا کہ اولیاء اللہ کی نشانی کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔ امام بغویؒ کی روایت ہے کہ بندوں میں میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میرے یاد آجانے سے آتی ہے اور جن کے یاد آجانے سے میں یاد آجاتا ہوں۔[24]

---

[22] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص10

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, p 10

[23] الانفال 8:34/ Al-Anfāl 8:34

[24] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص13۔

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, pg 13

دوسرا باب: مریدوں کے آدب

طلب واجب ہے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ باطنی کمالات حاصل کرنے کے لیے طریقت کی طلب اور کوشش واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾[25] مراد یہ ہے کہ اے مسلمانو! اللہ کو ناپسندیدہ باتوں سے کمال پرہیز گاری کے ساتھ بچتے رہو۔ یعنی اس بات کی کمال احتیاط رہے کہ ظاہر و باطن میں اور عقائد و اخلاق میں کوئی بات خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ رہنے پائے اور یہ اصول ہے کہ ہمیشہ حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے جب تک نفس کے رذائل مثلاً حسد، کینہ، بغض، غرور، ریاء، عداوت، چاپلوسی وغیرہ جن کا حرام ہونا کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے دل سے نہ نکل جائیں اس وقت تک تقویٰ کس طرح پیدا ہو سکتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: « أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ»[26] اسی کو صوفیاء اپنی اصطلاح میں فنائے قلب کہتے ہیں اور فنائے نفس کا نام ولایت ہے۔ تقویٰ کا تعلق نوافل کی کثرت سے نہیں بلکہ تقویٰ نام ہے واجبات پر عمل اور ممنوعات سے پرہیز کا اور فرائض ہوں یا واجبات بغیر اخلاص کے ان کی ادائیگی قطعاً قابل اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾[27] اور ممنوعات سے پرہیز نفس کو فنا کیے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔[28]

---

[25] آلِ عمران 3:11 /-Al-i-'Imrān 3:11

[26] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر 52۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 4094

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī ,Kitab al Imān, Hadith no. 52., / Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim,Hadith no. 4094

[27] الزمر 39:2۔/ Az-Zumat 39:2

[28] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 14۔

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, p14

جس طرح ولایت کے بے شمار مراتب ہیں اسی طرح تقویٰ کے بھی لامتناہی مراتب ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:« إِنَّ أَتْقَاكُمْ وَأَعلَمَكُمْ باللَّه أَنَا»[29] بیشک میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اسے جانتا ہوں۔ ایک انسان قربِ الٰہی کے مراتب میں جتنی زیادہ ترقی کرتا ہے اتنا ہی خشیت اور اللہ کا خوف اس پر طاری ہوتا ہے اور وہ اسی تناسب سے تقویٰ میں بڑھتا جاتا ہے۔ ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[30] پس جب تقویٰ کی کوئی انتہا نہیں تو مقامات قربِ الٰہی اور تقویٰ کے حصول میں مرتے دم تک کوشش واجب ہوگئی۔ اور باطنی علم جس کو عرفان کہتے ہیں کی ترقی کا طلب کرنا فرض ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾[31]۔ پس ایک ناقص کی طرح ایک کامل کے لیے بھی قرب کے مراتب پر قناعت حرام ہے۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾[32] کی تادم زیست تکرار اس کی کھلی قرآنی دلیل ہے۔[33]

تیسرا باب: کاملوں اور مرشدوں کے آداب

کاملوں کے لیے بھی طلبِ مزید ضروری ہے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی تگ و دو میں ہمہ وقت رہنا چاہیے۔ اس میں قناعت کسی وقت بھی نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا رب زدنی علما یعنی اے پروردگار میرے علم کو بڑھا!۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا: ﴿وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ﴾[34] اے محمد! آپ اپنے پروردگار

[29] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 20۔
Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā‘īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith no. 20.

[30] الحجرات 49:13۔/ Al -Hujrāt 49:13

[31] طٰہٰ 20:114۔/ Taha 20:114

[32] الفاتحہ 1:6۔/ Al-Fatiha 1:6

[33] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 14
Qāzi Sanā’ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, pg 14

[34] الحجر 15:99/ Al Hijr, 15:99

کی عبادت میں لگے رہیے یہاں تک کہ موت آجائے۔ اور مغیرہ بن شعبہ کی روایت ہے کہ « قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلَّم حتَّى تورَّمتْ قدماه، فقيل له: غفر اللَّهُ لكَ ما تقدَّم من ذنْبك وما تأَخَّر، قالَ: "أفلا أكونُ عبدا شكُورا » [35] رسول خدا، راتوں میں اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک ورم کر گئے۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔[36]

کامل بھی چھوٹے بڑے سے فیض حاصل کرے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک کامل اگر اپنے سے کامل تر کو دیکھے تو اس سے فیض حاصل کرے بلکہ اپنے سے کم تر درجے والے میں بھی کوئی فضیلت کی خصوصیت دیکھے تو اس کو بھی حاصل کر لے۔ اس کی دلیل انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے تکوینی علم حاصل فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو درود سکھلایا-اللّٰھمّ صلِّ علَى مُحَمَّد۔ رسول اللہ نے فرمایا: « الْكَلمَةُ الْحكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤمنِ فَحيْثُ وجدَها فهُو أَحقُّ بها»[37] دین کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں کہیں مل جائے وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے حاصل کر لے۔[38]

---

[35] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 4836۔
Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith no 4836

[36] پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص20۔
Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, pg 20

[37] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، حدیث نمبر 2687۔ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4169۔
Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. Sunan al-Tirmidhī, Hadith no. 2687/ Ibn Majah. Sunan Ibn Majah. Hadith no 4169

[38] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 21۔
Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, pg 21

کامل خود کو مربیانہ خدمت کے لیے پیش کرے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ کامل درجہ کے اولیاء جو دوسروں کی ہدایت اور تکمیل کی قدرت رکھتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ بلا تکلف و تامل خود کو لوگوں کی اس خدمت کے لیے پیش کریں تاکہ لوگ ان سے فیض حاصل کر سکیں اور اس سلسلہ میں لوگوں کے طعنہ زنی کی پرواہ نہ کریں۔ اس کی دلیل میں انہوں نے رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے: « لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ»[39] میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی رہے گی جو اللہ کے کام یعنی دین کی ترویج اور لوگوں کی ہدایت اور اصلاح پر کمربستہ رہے گی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اگر کوئی ان کا ساتھ نہ دے یا مخالف ہو جائے۔[40] دلیل کے طور پر انہوں نے ابو امامہ باہلی کی یہ روایت بھی پیش کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا، وَحَتَّى الْحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ»[41] ایک عالم با عمل کی فضیلت ایک نرے عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ایک عام آدمی پر ہے، اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی سوراخ میں اور مچھلیاں اس شخص کے لیے جو نیکی و بھلائی کی تعلیم دیتا ہے خیر و برکت کی دعائیں کرتی ہیں۔[42]

اولیاء کو اظہار جائز ہے

[39] مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 4955-

Muslim ibn al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Hadith no 4955

[40] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 21

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, p 21

[41] الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، حدیث نمبر 2685

Al-Tirmidhī, Abū ʿĪsā Muḥammad ibn ʿĪsā. Sunan al-Tirmidhī, Hadith no 2685

[42] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 22

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p22

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اولیاء کے لیے جائز ہے کہ اس انعامِ الٰہی پر جو ان پر ہوا ہے یا جو مرتبہ ولایت اور درجہ قرب خود اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں عطا فرمایا ہے اس کا اظہار لوگوں پر کریں۔ دلیل کے طور پر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے اقوال نقل کیے ہیں۔[43] اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ [44]

تحدیث نعمت اور اظہار نفسانی میں فرق

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے نفس کی برات اور فخر کرنے سے منع فرمایا ہے کہ ﴿فَلَا تُزَكُّوٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [45] اس کا جواب یہ ہے کہ نفس کو پاک ظاہر کرنا اور کسی نعمت کا اظہار کرنا بظاہر ایک سے معلوم ہوتے ہیں لیکن اصل میں یہ دونوں الگ ہیں۔ اگر کمالات کی نسبت اپنی طرف کی جائے تو یہ نفس کی برات اور بدترین تکبر ہے او راگر ان کمالات کی نسبت اللہ کی طرف کرے اور اللہ کا فضل سمجھ کر شکرِ الٰہی بجالائے تو اس کو اظہار نعمت کہتے ہیں۔ اگرچہ عوام کے نزدیک یکسانی ہو مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک سے نہیں ہیں ۔﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ﴾ [46] اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ منافق مخلص سے الگ ہے [47]۔

پیر کو مرید کے ساتھ کیسا سلوک رکھنا چاہیے؟

ترحم اور نرمی

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ شیخ، طریقِ سلوک کے ظاہر کرنے میں حریص، مہربان اور شفیق ہو کہ یہ رسول کریم ﷺ کی صفتیں ہیں جو قرآن حکیم میں مذکور ہیں۔ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [48] تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا

---

[43] ایضا، ص22/Ibid, pg 22

[44] الضحیٰ 93:11۔/Ad-Duhā 93:11

[45] النجم 53:32۔/An Najam 53:32

[46] البقرہ 2:220/ Al-Baqarah 2:220

[47] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص23۔
Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p 23

[48] التوبہ 9:128/At-Tawbah 9:128

نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے، ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔ لہذا پیر کو ترش رو نہیں ہونا چاہیے اور مریدوں کو بجز دینی مفاد کے ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرنی چاہیے، نصیحت، نرمی اور شفقت سے کرے اور سخت کلامی نہ کرے کہ حضور ﷺ کا یہی طریقہ رہا ہے اور ان مریدوں کی کوتاہیاں اگر اپنی ذات کے بارے میں دیکھے تو معاف فرمایا کرے۔ نبی ﷺ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ﴾[49] اے پیغمبر یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ آپ ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہیں۔ ورنہ اگر کہیں آپ تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے، ان کے قصور معاف کردیں، ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھیں۔[50]

بے طمعی

مریدوں سے مالی یا بدنی منفعت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ لوگوں کی دینی و عرفانی رہنمائی ایک عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ﴾[51] اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو؟ اور ہدایت کی انجام دہی میں اجر کی نیت اللہ کے سوا کسی سے نہ رکھے۔ ﴿وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾[52] میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔[53]

---

[49] آلِ عمران 3:159۔ /Al-i-Imrān3:159

[50] قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص 23

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī,Irshād al-Tālibīn, pg 23

[51] الکہف 18:28۔ /Al-Kahf 18:28

[52] الشعراء 26:109۔/Ash-Shu'arā 26:109

[53] قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص24۔

Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, pg 24

صبر و تحمل

رسول اکرم ﷺ مخلوق کی ایذارسانی پر صبر فرماتے تھے۔ آپ نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:«يرحم الله موسى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَرَ مِنْ هَذَا فَصَبَرَ »[54] اللہ موسیٰ پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ تکلیف دی گئی لیکن انہوں نے صبر کیا۔[55]

باوقار رہے

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ صاحب مسند و ارشاد کو چاہیے کہ باوقار رہے اور نہ گھر گھر گھومے اور نہ خواہ مخواہ میل جول بڑھائے کیونکہ اگر اس کی عظمت مرید کی نگاہ میں کم ہو گی تو مریدوں پر فیض کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں یہ روایت آتی ہے: جو آنحضرت ﷺ کو دور سے دیکھتا اس پر آپ ﷺ کی ہیبت طاری ہوتی اور جو قریب سے دیکھتا اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت جم جاتی[56]۔

اہل طلب کا زیادہ خیال کرے

اپنے بعض مریدوں کو بعض پر ترجیح نہ دے بجز اس کے کہ کسی کے اندر حق تعالیٰ کی طلب زیادہ ہو۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ ابن مکتوم ایک نابینا صحابی تھے وہ ایک دن آپ ﷺ کی خدمت میں دین کا علم سیکھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ اتفاقاً اس وقت آپ سرداران قریش کو ترغیب و ترہیب کے ذریعہ دعوتِ حق دینے میں مشغول تھے۔ آپ نے ابن مکتوم کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا چونکہ ابن مکتوم نابینا تھے اس لیے بار بار اپنی بات دہراتے رہے مگر آنحضرت نے ان کی بات پر توجہ نہیں فرمائی اور اس میں آپ کی مصلحت یہ تھی کہ اگر یہ سرداران قریش ایمان لے آئے تو ایک بڑی جماعت اسلام میں داخل ہو جائے گی اور ابن مکتوم تو

---

[54] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 6336؛ المسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، حدیث نمبر 2447۔

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Hadith no. 6336, Muslim , Hadith no. 2447

[55] قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص 24۔

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p 24

[56] ترمذی، الشمائل المحمدیہ، ص 11

Tirmizi,Ash-Shamā'il al-Muhammadīyah, p 11

مخلص مسلمان تھے ہی، ان کی تعلیم میں دیر کا مضائقہ نہیں تھا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے متنبہ فرمایا گیا: ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى، اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى﴾ [57] ترش رو ہوا اور بے رخی برتی، اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آ گیا۔ [58]

چوتھا باب: قربِ الٰہی کے اسباب اور ان میں ترقی

عبادت یا مشقت اور موافق سنت سے رذائل دور ہوتے ہیں

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ بعض اکابر کا قول ہے کہ ہر وہ عبادت جس میں محنت و مشقت زیادہ ہو وہ عبادت نفس کے رذائل دور کرنے کی پوری پوری تاثیر رکھتی ہے۔ اس لیے ان حضرات نے ذکر جہری اربعینات یعنی چلے اور خلوتِ مانوس وغیرہ قسم کی باتیں ایجاد کیں۔ رسول کریم نے نماز کی بجائے روزے کو شہوانی قوت کے دفع کرنے کے لیے تجویز فرمایا کیونکہ روزہ نفس پر مشقت ہے۔ [59] اس پر قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ ہر وہ عبادت جو سنت کے موافق ہو وہ نفس کے رذائل کو دور کرنے اور عناصر کی صفائی اور قربِ الٰہی کے حصول کے لیے زیادہ مفید ہے۔ لہٰذا بدعت قبیحہ کی طرح بدعت حسنہ سے پرہیز بھی ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: « وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ» [60] یعنی ہر نئی بات جو دین میں نکالی جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ یعنی بغیر عمل والا قول مقبول نہیں اور وہ دونوں (قول و عمل) بغیر اخلاص نیت کے مقبول نہیں جب تک کہ سنت کے موافق نہ ہوں۔ ابو داؤد نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے: « لَا تُشَدِّدُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ فَيُشَدَّدَ عَلَيْكُمْ، فَإِنَّ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ فَتِلْكَ بَقَايَاهُمْ فِي الصَّوَامِعِ وَالدِّيَارِ وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ» [61] یعنی اپنی جانوں پر سختی

---

[57] عبس 80:1-2/ Abasa 80:1-2

[58] Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p 25

[59] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص28۔

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Qāzi. Irshād al-Tālibīn, p 28

[60] ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 46

Ibn Majah. Sunan Ibn Majah. Hadith no 46

[61] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داؤد (بیروت: دار الفکر، س، ن د)، حدیث نمبر 4904-

نہ ڈالو اس لیے کہ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر سخت احکام اتارے۔ پس یہ اس قوم کے بچے کچے لوگ ہیں جو بت خانوں اور گرجوں میں راہبانہ زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں کہ جو رہبانیت اللہ نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔ [62]

صحیحین میں روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضور کی عبادت کے بارے میں سوال کیا۔ امہات المومنین نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے معمولات بتا دیے۔ ان لوگوں نے اس کو اپنے حق میں کم سمجھا اور کہنے لگے کہ ہماری رسول اللہ ﷺ سے کیا برابری ہے۔ آپ کی شان میں تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لیغفر لک اللہ ما تقدم اور ہم تو سراپا گناہ ہیں پس ان میں سے ایک صحابی نے کہا کہ میں تمام رات عبادت کروں گا اور بالکل نہ سوؤں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں روزے رکھوں گا اور افطار نہ کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں نے نہ نکاح کیا ہے اور نہ اب عورتوں سے سروکار رکھوں گا۔ رسول کریم ﷺ جب گھر تشریف لائے اور یہ واقعہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ میں تم لوگوں کی بہ نسبت اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور زیادہ پرہیزگار بھی ہوں لیکن میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں رات میں نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور اپنی ازواج کا حق بھی ادا کرتا ہوں پس جو کوئی میری سنت سے بیزار ہے وہ میرے تابعداروں میں سے نہیں ہے۔ [63]

اختلاف استعداد

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں اپنے قرب اور اپنی معرفت کی استعداد رکھی ہے اور وہ استعداد ہدایت بالفعل پر موقوف ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ

Abū Dāwūd, Sulaymān ibn al-Ashʿath. Sunan Abī Dāwūd. Beirut: Dār al-Fikr, n.d., Hadith no. 4904

62 قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص29۔

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, pg 29

63 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 5063۔

Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī ,Hadith no. 5063

تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾[64] ہم نے انسانوں کو بہترین حقیقت پر پیدا کیا یعنی انسان کمالات کی استعداد رکھتا ہے پھر ہم نے اسے پست سے پست تر مقام تک لوٹا دیا یہاں تک کہ وہ اپنے ہی جیسی یا اپنے سے کمتر شے کی عبادت کرے البتہ وہ لوگ اس سے الگ ہیں جو ایمان لائیں اور عمل صالح اختیار کریں۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ»[65] البتہ افراد انسانی استعداد کے اعتبار سے الگ الگ ہیں۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: « اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ، خِيَارُهُمْ فِي الإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا[66] جس طرح کہ کانیں مختلف ہوتی ہیں کہ لوہے اور تانبے کی کانوں میں چاندی کی اہلیت نہیں پائی جاتی اور سونے کی کان میں لوہے کی صلاحیت نہیں ہوتی ٹھیک اسی طرح انسانی افراد بھی الگ الگ قابلیتیں رکھتے ہیں۔[67]

اختلاف استعداد کے اثرات کا ظہور

قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہے کہ بعض اولیاء بعض انبیاء کے بچے ہوئے خمیر سے پیدا ہوئے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک خمیر سے پیدا ہوئے ہوں۔ اس کی دلیل میں انہوں ابن مسعود کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: « مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا وَفِي سُرَّتِهِ مِنْ تُرْبَتِهِ الَّتِي وُلِدَ مِنْهَا، فَإِذَا رُدَّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ؛ رُدَّ إِلَى تُرْبَتِهِ الَّتِي خُلِقَ مِنْهَا حَتَّى يُدْفَنَ فِيهَا، وَأَنَا وَآبَاؤِي وَبَكْرٌ وَعُمَرُ خُلِقْنَا مِنْ تُرْبَةٍ وَاحِدَةٍ، وَفِيهَا نُدْفَنُ » یعنی کوئی پیدا ہونے والا ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی ناف میں وہ مٹی ہے جس سے اسے پیدا کیا گیا تھا۔ پس جب وہ آخر عمر یعنی موت کے قریب پہنچتا ہے تو اسے اس مٹی میں لوٹایا جاتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتا ہے اور اسی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ میں اور ابو بکر اور عمر

---

[64] التین 95:4-6/ At-Tīn 95:4-6

[65] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، حدیث نمبر 1358۔
Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī ,Hadith no 1358

[66] خطیب التبریزی، محمد بن عبد اللہ، مشکوۃ المصابیح (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، س:ن د) حدیث نمبر 201
Khatib Al-Tabrizi, Muhammd ibn ʻAbd Allāh, Mishkāt al-Masābih, (Lahore: Maktaba Islamia, n.d.) Hadith no 201

[67] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 32
Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī,Irshād al-Tālibīn, p32

ایک مٹی سے پیدا ہوئے ہیں اور ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔ مرزا محمد بدخشانیؒ نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کے راوی ابن عمر، ابن عباس، ابو سعید اور ابو ہریرہ ہیں اور ان میں سے بعض سے بعض کو تقویت پہنچتی ہے۔[68]

خاتمہ سلوکِ نقشبندیہ

کتاب کے آخر میں قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کو عموماً اور نقشبندیہ طریقہ کے صوفیہ کو خصوصاً کہ جن کے طریق کی اساس ہی اتباع سنت پر رکھی گئی ہے، ضروری ہے کہ فقہ وحدیث کی خدمت کریں تا کہ عبادات اور عادات کے اندر فرائض اور واجبات، محرمات، مکروہات، مشتبہات اور پیغمبر ﷺ کی سنتوں کو جان سکیں اور حتی الامکان سنت کی پیروی میں کوشاں رہیں خصوصاً فرائض وواجبات کی تعمیل، مکروہات ومشتبہات سے پرہیز کرنے میں سنت کی رعایت سختی سے ملحوظ رہے۔ نماز کی اہمیت کے ضمن میں قاضی صاحب نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے درخواست کی کہ جنت میں آپ کی قربت حاصل رہے، آپ نے فرمایا کوئی دوسری چیز طلب کرو اس شخص نے عرض کیا کہ میں تو یہی چاہتا ہوں تب آنحضرت نے فرمایا کہ اچھا تو پھر اپنے نفس کو سجدوں کی کثرت کا خوگر بنا کر اس مقصد کے حصول میں میری معاونت کرو۔[69]

حرف آخر

الغرض اس کتاب 'ارشاد الطالبین' کا مقصد احیائے سنت ہے اور قاضی صاحب اپنے اس مقصد میں بلاشبہ کامیاب ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا منہج یہ رہا ہے کہ بات کو عام فہم بنانے کے لیے پہلے وہ خود ہی کوئی سوال یا نکتہ رکھتے ہیں اور پھر قرآن، حدیث وسیرت رسول کے ذریعے اس کو خوب واضح کرتے ہیں۔ قرآن، حدیث وسیرت رسول میں بلا مبالغہ ان کو اس قدر ملکہ حاصل ہے کہ اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے ایک کے بعد دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں دلیل لاتے ہیں۔ اگر اس کتاب کو نصابِ طریقت کی بنیاد بنایا جائے اور ہر وارد سلسلہ پر اس کی تعلیم وتفہیم لازمی قرار دی جائے تو یہ کتاب بلا امتیاز ہر سلسلہ کے سالکانِ طریق کے لیے مشعل راہ کا کام دے سکتی ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ اور عام فہم ہے کہ مبتدی، منتہی، مرید اور پیر سب ہی اس سے یکساں استفادہ کر سکتے ہیں۔ فی زمانہ شیخ کامل اور مکمِل کی دریافت وشناخت مشکل امر ہے تو یہ کتاب صحبتِ شیخ کا بدل اور انجام کار شیخ کامل کی دریافت کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

---

[68] قاضی ثناء اللہ، ارشاد الطالبین، ص 33

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p 33

[69] قاضی ثناء اللہ پانی پتی، ارشاد الطالبین، ص 44

Qāzi Sanā'ullāh Pānīpatī, Irshād al-Tālibīn, p 44